میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: جناب محمد عنایت اللہ وارثی صاحب

یادگاروں کے بہانے جو تہوار منائے جاتے ہیں یا تہواروں کی صورت میں جو یادگاریں منائی جاتی ہیں ان میں شاید سب سے بڑا تہوار میلاد النبیؐ کا جشن ہے۔ جو ہر سال خواہ سن کوئی ہو ہر بارہ ربیع الاول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن سمجھ کر بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اور اب پاکستان میں اس جشن کو حکومت کی سرپرستی بھی پوری پوری حاصل ہے، اس لئے جشن کی حیثیت سے اس کا اہتمام پہلے سے کئی گناہ بڑھ گیا ہے۔

پورے وثوق سے کسی ایسی ایک تاریخ کا تو تعین نہیں کیا جا سکتا کہ ماضی قریب میں یہ سلسلہ کب شروع ہوا، البتہ اس ترقی اور اضافے کے سروسامان پر اب ابھی عقیدت بھری نگاہ سے جس حد تک دیکھا جائے اور اسلام و دست دل و دماغ کی روشنی میں جس قدر غور کیا جائے وہ شے دور دور تک نظر نہیں آتی جسے سامنے رکھ کر یا جس کا نام لے لے کر یہ سب کچھ کیا جاتا ہے اور وہ حقیقت کہیں دکھائی نہیں دیتی جس کو بنیاد قرار دے کر یہ تمام ہنگامے برپا کئے جاتے ہیں۔

کاریں، موٹر سائیکل، سکوٹر، عام سائیکل، اونٹ، گھوڑے، ٹریکٹر، بیل گاڑیاں، پیدل ہجوم مومنین، پھولوں کی بارش، فلمی گانوں کے ریکارڈ، بھنگڑا غرض سارے دن کی تمام ہاؤ ہو، جس صورت میں ان عاشقانِ رسول کو اوقاتِ نماز اور احترامِ مساجد و اذان کا بھی ہوش نہیں رہتا، اس سارے شور و شغب کو حضور اکرمؐ کی ولادت باسعادت سے آخر کیا تعلق ہے؟ جس ولادت کے ظہورِ قدسی نے عالم انسانیت میں وہ انقلاب برپا کیا جس روحانی اور اخلاقی انقلاب کو ان تمام ساز و سامان سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جس مقدس ہستی نے اپنی بعثت کی غرض ہی مزامیر یعنی ساز و سرود کے آلات کو توڑنا پھوڑنا بیان فرمائی بعثت لکسر المزامیر اور جس دربار کی قرآن پاک نے یہ شان قرار دی کہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (قرآن) اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند مت کرو اور جس پُرجلال اور پُروقار مجلس میں ابوبکرؓ و عمرؓ اور علی المرتضیٰؓ جیسے قریشی اور ہاشمی سردار اس طرح دم سادھے بیٹھتے تھے کہ کأن علی رؤسہم الطیور گویا ان کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس محفلِ جبرائیل کی مقدس فضا کی یاد کو ان شکستہ سازوں اور شور و شغب کی ان

بیہودہ آوازوں کے ہنگامے برپا کر کے منانا آخر کس قسم کی عقیدت، ارادت اور وفاداری ہے؟
ان ساز و سامان سے حیاتِ مقدسہ کے کس حصّہ کی یاد کو تازہ کر کے بصورت یادگار منایا جارہا ہے؛
لہو و لعب کا سامان تو رہا ایک طرف، اس مقدس اور اخلاقی اور روحانی یاد کو تازہ رکھنے منانے اور روز و شب مناتے رہنے کے لئے دُنیا کے کسی مادی سرمائے کی سرے سے ضرورت ہی نہیں، بلکہ اس یاد کو تازہ رکھنے کے لئے اصل سرمایہ وہ پاک تعلیم ہے جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کر کے خود اسلام لیواؤں اور عقیدت مندوں کے نام کو ابدی سہارا دیا۔ یہ یادگار ہمارے مادی ساز و سامان کی محتاج نہیں، بلکہ ہم اُس لازوال تعلیم کی برکتوں کے محتاج ہیں جو میلادِ مقدس کی یادگار سے متعلق ہیں۔ ہم اس یاد کو سہارا نہیں دے سکتے، بلکہ ہمارا وجود اس یادگار کے سہارے کا رہین منت ہے۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمے کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشت

"یہ احسان نہ جتا کہ تو بادشاہ کی نوکری کر رہا ہے، بلکہ بادشاہ کا احسان سمجھ جس نے تجھے ملازمت اور نوکری کا سہارا دے رکھا ہے۔"

نبی اور اُمت کا باہم تعلق

اُمت کا اپنے پیغمبر کے ساتھ اصل تعلق اتباعِ سُنت اور اسوہ حسنہ کی پیروی کا ہے۔ اس تعلق کے مقابلے میں باپ بیٹے اور بیٹے باپ کے تعلق کا بھی کوئی وزن نہیں۔ حضرت نوحؑ کا اپنے بیٹے سے اور حضرت ابراہیمؑ کا اپنے باپ سے کوئی تعلق نہیں۔ پیغمبر کے ساتھ تعلق صرف اس کے ماننے والے کو ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

قیل یا محمد! من آل محمد، قال کل تقی۔ (کہا گیا اے محمد! محمد کی آل کون ہے، آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو پرہیزگار ہے)

یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس اُمت کو
وصالِ مصطفویؐ افتراقِ بولہبی

اس لئے میلاد کی یاد تازہ کرنے اور تازہ رکھنے کے لئے ہمیں نئے نئے یا نت نئے ہی سامان فراہم کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ تعلیم نبویؐ اور اسوۂ حسنہ کے اُس اصل سرمایہ کی تلاش ضروری ہے جو بعثت نبوی کی غرض و غایت ہے اور جسے محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دے کر انسانیت

کی بقا کا اہتمام فرمایا۔ اور اس یاد کے سلسلہ میں ایسے تمام عوامل اور دوسرے سے دور رہنا مناسب بلکہ ضروری ہے۔ جو حضورِ انورؐ کی مقدس تعلیم کے منافی اور خلاف شان ہیں۔

یادگاروں کی اصل بنیادیں

تاریخی یادگاروں کے مآخذ اور بنیادوں کی جس قدر تحقیق و تفتیش کی جائے اس سلسلے کی آخری کڑی کوئی "ملک" کوئی "قوم" اور کوئی "حکومت" ہی نظر آئے گی۔ ان ہر سہ مآخذوں کا تجزیہ ہماری نگاہ میں حسب ذیل ہے۔

۱:- مُلک

ایک ملک کی جغرافیائی حدیں متعین ہوئیں تو اُس مُلک کی تاریخی بنیاد قائم ہوگئی۔ اور پھر اس وقت تک چلتی رہے گی جس وقت تک یہ حدیں قائم رہیں گی۔ لیکن جونہی حادثات زمانہ نے جس طرح یہ حدیں متعین کی تھیں، ان حدود کو توڑ کر دوسرے ملکوں کی حدوں میں شامل کر دیا اس ملک کی تاریخی حیثیت بھی اُسی وقت ختم ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ اس کا نام بھی یادوں سے محو گیا۔

۲:- قوم

بنی نوع انسان کے کسی باہمت فرد نے اپنی عالی ہمتی اور بہادرانہ کارناموں سے اگر دوسرے بنی نوع کو شکست دے کر اپنی حیثیت کو دوسروں سے نمایاں کر لیا تو اُس کی آئندہ نسل دوسروں کی نسبت ممتاز بن گئی اور اس مورث کے نام پر ایک منعقدہ قوم کی بنیاد قائم ہوگئی۔ (قوموں کے نام ہمیشہ اپنے مورث کے نام پر ہی مشہور ہوئے ہیں اور ہوتے رہے ہیں)۔

قوم کا وجود اُس وقت تک قائم رہتا ہے اور رہ سکتا ہے جس وقت تک کم وبیش اس قوم کی موروثی روایات، قوم کے افراد میں موجود ہیں تاہم قوم کا وجود اُس کے افراد کے جسدِ عنصری سے آگے نہیں بڑھ سکا اور اس کی آخری حد زیادہ سے زیادہ اہل نسب کی حیات مستعار تک ہے۔ اور بس۔

۳:- حکومت

تاریخی یادگاروں کا تیسرا اور آخری مآخذ "حکومت" کا وجود ہے۔ حکومت ملکوں اور قوموں کو

بھی اپنے ساتھ شامل کر کے تاریخی روشنی میں لے آتی ہے اور دنیا میں ایک ایسا مقام حاصل کر لیتی ہے جس کے تذکرے ایک طویل مدت تک اہل عالم کی زبان پر چلتے رہتے ہیں۔

لیکن یہی تذکرے اِس حقیقت پر بھی زندہ شہادت ہیں کہ گردش افلاک کے سیل بے پناہ نے ہزارہا حکومتوں کے تختے یہی حالت میں اُلٹے ہیں کہ خود حکمران قومیں اپنے وقار رفتہ اور از دست دادہ اقتدار کو حسرت سے دیکھتی رہ گئیں اور ملک و دیار، عالی شان یادگاریں اور شہنشاہی ایوانِ حکومت کھڑے اپنے حکمرانوں کا ماتم کرتے رہ گئے۔

آں قصر کہ بر چرخ ہمے زد پہلو !
بر درگہ اُو شہاں نہادندے رُو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہ !
بنشستہ ہمے گفت کہ کوکو! کوکو!!

"وہ سربفلک شاہی محلات جن کے آستانوں پر کئی بادشاہ ماتھے رگڑتے تھے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ان محلات کے کنگروں پر فاختہ بیٹھی آواز دے رہی ہے کہ وہ کہاں ہیں! کہاں ہیں!! کہاں ہیں آخر کہاں ہیں!!!"

آں قصر کہ بہرام درو جام گرفت !
آہو بچہ کرد و شیر آرام گرفت
بہرام کہ گور مے گرفتے ہمہ عمر
دیدی کہ چہ طور گور بہرام گرفت !

"وہ شاہی محل جن میں بیٹھ کر شہنشاہ بہرام گور جام شراب پیتا رہا، وہاں آخر ہرنیوں نے بچے دیئے ایسے برباد ہوئے کہ شیروں نے اِن میں اپنے بھٹ بنائے۔ وہ بہرام گور جو ساری عمر گورخروں کا شکار کرتا رہا، تم نے دیکھا کہ بہرام گور کو گور (قبر) نے کیسے دبوچا"

حکومتوں کے خاتمے اور تباہی و بربادی کا عبرت پذیر نگاہوں نے کیسا کیسا دردناک منظر پیش کیا ہے۔

پردہ داری مے کند بر طاق کسرٰے عنکبوت
چغد نوبت مے زند بر گنبدِ افراسیاب

نوشیرواں کے دروازے پر مکڑی جالا بن کر پردہ داری کر رہی ہے اور افراسیاب کے

گنبد پر اگر بول رہے ہیں“

اب ان تینوں بنیادوں کا نمبر وار تجزیہ ملاحظہ ہو۔

(ا) سرکار دو عالم تاجدار مدینہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنی غیر فانی سلطنت کے وسیع ملک کی حدبں ایسی تجویز کی ہیں، جو جغرافیائی خطوط اور حدود و ثغور کی محتاج نہیں اور جن کے محو و اثبات یا تجدید و تحدید کے اختیارات کسی مادی قوت کے ہاتھ میں نہ تھے، بلکہ ان کی بنیاد عقلی وسعت اور روحانی پہنائی پر رکھی گئی تاکہ مادی دنیا کے حادثات کی دستبرد کا اثر وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ یہ وسعت سارے عرب و عجم اور جن وانس پر یک محیط ہے اور اس میں کسی ملک کے کسی باشندے کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں۔ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی۔

ملک کے وجود اور جغرافیائی حدود کے تصور کو تاریخی پیمانوں سے اب دور رکھا کہ آپ کے جانشین اور مزاج شناسان نبوت نے بھی اپنا سن رائج کرتے وقت دنیا کی دوسری تمام قوموں کی طرح کسی ملک کی فتح و تسخیر کو نہیں بلکہ اپنا آبائی ملک چھوڑنے اور وہاں سے ہجرت کر کے نکل جانے کو بنیادی نقطہ قرار دیا اور اسی پر ہجری سن کی بنیاد رکھی۔

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا!
محمد عربی سے ہے اُمت عربی!

(ب) قوم اور نسل کے غیر عقلی تصور اور عقیدے کو اس طرح مٹایا کہ عرب جیسے نسل پرست ملک میں اگر ایک طرف خاندان شہنشاہ نوشیرواں کے چشم و چراغ سلمان رضی اللہ عنہ فارسی نے اسلام قبول کرنے کے بعد صرف سلمان بن اسلام کہلانا پسند کیا تو دوسری طرف حبشہ کے رہنے والے غلام بلال رضی اللہ عنہ کو وہ رتبہ حاصل ہوا کہ اشراف عرب کے سرخیل عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے قرشی سردار نے اُسے سیدنا (ہمارے سردار) کہہ کر پکارا، اور خود سرکار مدینہ نے نسبی شرف و مجد کے پورے امتیاز کے باوجود، کسی درماندگی اور شکست کی حالت میں نہیں، بلکہ عین اُس وقت جب کہ ملک اور بیرون ملک کی کوئی مخالف قوت باقی نہیں رہ گئی، مکہ فتح ہو چکا ہے اور ملک کی بیشتر قوتیں ٹوٹ چکی ہیں، حجۃ الوداع کے دن جب اسلامی حکومت کا منشور اعلان ہو رہا ہے لا فخر للانساب (اب نسب پر فخر نہیں کیا جائیگا) فرما کر غرور نسل کے تابوت میں آخری میخ گاڑ دی۔

(ج) رہا تیسرا سوال حکومت کا جو کسی یادگار کا ماخذ بن سکتی ہے۔ سو یاد رہے کہ حکومت اسرے سے اسلام کی نگاہ میں کوئی مقصود بالذات چیز ہی نہیں، بلکہ ایک صالح جماعت کو یہ قوت ضمناً حاصل

ہوتی ہے۔ اسلامی تاریخ کے لئے حکومت تاریخ بنیاد نہیں بن سکتی، بلکہ اسلامی تاریخ خود حکومتوں کی خالق ہے۔

ریگستان عرب کے ایک یتیم (فداہ ابی و امی) نے انسانی زندگی کے ایسے ہمہ گیر اور پائدار اصول و قواعد پیش کئے جو اپنی یادگاری بنیادوں کے لئے نہ ملک کے محتاج ہیں اور نہ نسل و حکومت کے، اس کی ولادت خود ایک مستقل اور ناقابل فراموش تاریخی ماخذ ہے، کیونکہ اس نے اپنی یادگار کسی مادی نشان کو قرار نہیں دیا۔ بلکہ عالم انسانیت کے لئے اپنا اُسوۂ حسنہ یادگار چھوڑا ہے۔ جس پر حادثات زمانہ، حکومتوں کے تغیر و تبدل اور ملکی و سیاسی انقلابات کا کوئی اثر نہیں نیکی اور بدی، حق و باطل اور صدق و کذب کی تفاوت کے فطری حقائق اور اخلاقی اقدار، ملکی حدود کی پابند، نسلی اور خاندانی ملکیت کی مرہون و منت کش اور حاکمانہ قوت کی محتاج رہی ہیں اور نہ کبھی رہیں گی۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر آقائے نامدار (فداہ ابی و امی) کی عقیدت مندانہ یادگار منانا چاہتے ہیں تو اُسی اخلاقی، عقلی اور روحانی حق وراثت کی بنا پر منائیں جو اُس رحمت عالم نے اپنے جانشینوں اور سچے وارثوں کے لئے چھوڑا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین دستور العمل موجود ہے)

اور اس غیر فانی دولت اور نہ ختم ہونے والے ترکہ کو اپنے اہل ملک، خاندان اپنی قوم اور نسل ہی کے لئے مخصوص نہیں رکھا، بلکہ اس رحمۃ للعالمین نے ساری دنیا، تمام بنی نوع اور کل نسل آدم کے ہر فرد کو اس اخلاقی ترکے میں صرف اتنی آسان سی شرط پر حقیقی وارث قرار دیا کہ وہ فقط وارث بننا پسند کرے۔ یعنی اسلام قبول کرلے۔ اور پھر اس ترکہ میں یہ قید بھی نہیں کہ وارثوں کی تعداد بڑھ جانے سے حصہ کم ہو جانے کا اندیشہ ہو، بلکہ یہ ایسی روز افزوں دولت ہے کہ ہر وارث یہ اخلاقی سرمایہ سارے کا سارا حاصل کر سکتا ہے اور دوسرے کے حصہ میں بھی کمی پیدا نہیں ہوتی۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

سُنت و بدعت کا اہم سوال

جہاں پہلے لوگوں نے تاریخ اسلام کے ان قابل فخر واقعات اور حضور اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات

کو بڑے شوق سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ رکھا ہے اور عوام کے لئے ہدایت و رہنمائی کا زیادہ سے زیادہ مقدس سرمایہ فراہم کرنے کی کوشش کی ہے، آج دورِ حاضر کے دردِ دل رکھنے والے علمائے حق کو ان ہی ہدایت کے نشانات کی جگہ گمراہی کے جھنڈے گڑے دیکھ کر اور بدعات کے سربفلک بلند قلعے تعمیر شدہ پا کر، ان کے خلاف جہاد کرنا بھی ضروری خیال کرنا پڑا۔ ان اللہ کے بندوں نے جہاں بھی اور جب بھی ایسی صورت حال دیکھی اس کے خلاف آواز بلند کی، تو ہماری علمی دنیا میں ردِّ بدعات کا ذخیرہ بھی کم نہیں۔ لکھنے والوں نے بلاخوف لومۃ لائم لکھا ہے اور برابر لکھ رہے ہیں شکر اللہ سعیہم

میلاد النبی ﷺ کے متعلق شیخ عبدالعزیز بن باز جو ریاض میں علمی مباحث، افتاء اور دعوت و ارشاد کے رئیس عام ہیں، آپ نے چند تقریبات کے مروجہ طور طریقوں یا بالفاظ دیگر چند بدعات کے متعلق کتاب و سنت کی روشنی میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا ترجمہ ادارۃ سلفیہ فیصل آباد پاکستان نے شائع کیا ہے۔ ذیل میں اس مختصر مگر جامع بیان کو نقل کیا جاتا ہے تاکہ قارئین سنت و بدعت میں امتیاز کر سکیں

ایک اقتباس

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن اھتدی بھداہ!

حضور علیہ السلام کی پیدائش کے ان کو تہوار کے طور پر اہتمام سے منانے اور اس دن کھڑے ہو کر خصوصی سلام پڑھنے کے متعلق کئی مرتبہ سوال ہوا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ حضور علیہ السلام یا ان کے علاوہ اور کسی کی پیدائش کے دن خاص اہتمام کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ تمام امور بدعت ہیں حضور علیہ السلام یا صحابہ رضی اللہ عنہم کرام سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی تابعین عظام نے اس کا اہتمام فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردٌ۔

"ہمارے دین اسلام میں جو بھی کسی نئے کام کا اضافہ کیا جائے وہ مردود اور ناقابلِ قبول ہے"

ایک اور حدیث میں ہے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثاتِ الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔

"میری سنت پر عمل کرو اور میرے خلفاء کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑو جو ہدایت یافتہ ہیں ۔ اور بدعات و خرافات سے اجتناب کرو کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہوتا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

ان دو حدیثوں میں بدعت کے ارتکاب پر سختی کی گئی ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

۱۔ وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا (قرآن)

"میرا رسول جو کچھ تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ"۔

۲۔ فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم (قرآن)

جو لوگ ہمارے رسول ؐ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں دنیا میں آزمائش اور آخرت میں دردناک عذاب سے ڈرنا چاہیئے"۔

۳۔ لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا (قرآن)

"ہمارا رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے، جو انسان اللہ سے قیامت کے دن اچھے انجام کی توقع رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے، وہ یقیناً رسول ؐ کی سنت پر عمل کرے گا"۔

۴۔ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا ۔ (قرآن)

"میں نے دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے"۔

اس قسم کی اور بہت سی آیات ہیں ۔ اگر اس قسم کے تہواروں کو منایا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ اس امت کے لئے یہ دین نامکمل تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کماحقہ ہم تک نہیں پہنچایا اور متاخرین نے ان بدعات کو جاری کر کے بزعم خویش دین کی تکمیل کی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی خرافات سے ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو گا ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ؐ اس سے بری ہیں، اس نے اپنے بندوں کے لئے دین کو مکمل اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کو ہم تک پہنچا دیا ہے اور ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا جو جنت کے قریب اور جہنم سے دور رکھنے والا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ۔

ما بعث الله من نبي الا كان حقا عليه ان يدل امته على خير ما يعلمه لهم وينذرهم شر ما يعلمه لهم

"ہر نبی کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی اُمت کو خیر خواہی کے کاموں کی تعلیم دے اور برے کاموں سے بچنے کی تلقین کرے۔" (مسلم)

اور معلوم ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ ہیں اور دین کو پہنچانے کے لحاظ سے کامل ہیں۔ اور اس قسم کی محافل کا اہتمام اگر ضروری ہوتا تو ضرور بیان فرماتے اور نہ ہی صحابہ کرام یا تابعین عظام سے اس کا اہتمام ثابت ہے۔ جب قرنِ اولیٰ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، تو واضح ہے کہ دینِ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ اُن امور سے ہے جو بعد کی پیداوار ہیں۔ جو چیز بھی دین کا حصہ بنا کر دین میں داخل کر دی جائے، وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر خطبہ جمعہ میں فرمایا کرتے تھے۔

اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة (مسلم)

"بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور خیر و ہدایت کا سرچشمہ سنتِ رسول ہے اور بدترین وہ کام ہیں جو اپنی طرف سے اضافہ کر کے دین کا حصہ بنا دیے جائیں، اور نیا کام گمراہی اور ضلالت پر منتج ہوتا ہے۔"

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث اور آیات وارد ہیں اور علمائے اُمت نے بھی اس قسم کی محفلوں کا انکار کیا ہے اور دلائل شرعیہ سے اس کا ناجائز ہونا ثابت کر کے ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے چند شرائط کے ساتھ اسے جائز قرار دیا ہے، مثلاً۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے متعلق غلو نہ کیا جائے۔

۲۔ مرد اور عورتوں کا باہمی اختلاط نہ ہو۔

۳۔ آلاتِ موسیقی کا استعمال نہ ہو۔ وغیرہ

اور انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے، شریعتِ مطہرہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جس معاملے میں تنازع پیدا ہو جائے، اُسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر پیش کیا جائے، جیسے کہ فرمانِ خداوندی ہے

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير واحسن تاويلا

"ایماندارو! اللہ اور اُس کے رسول ؐ کا کہا مانو اور اپنے حکمرانوں کی بات کا بھی انکار نہ کرو، البتہ تنازعہ اور اختلافات کی صورت میں کتاب اللہ اور سنت رسول ؐ اللہ میں حق تلاش کیا جائے اگر تم مومن ہو اور آخرت پر تمہارا یقین ہے تو اسی طرح چلو یہی مسلمان کا راستہ اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ (القرآن)

"جس امر کے متعلق تم میں اختلاف ہو جائے اُسے اللہ کی طرف واپس کرو (یعنی اللہ کی شریعت میں اس کا حل تلاش کرو)۔"

تو ہم نے اس مسئلہ کو اللہ کی کتاب پر پیش کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں ہمیں اتباع رسول کا حکم دیتے ہیں۔ نیز اس نے اپنے دین کو مکمل کرایا ہے اس قسم کے دنوں کا اہتمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ یہ اس دین سے نہیں ہے جو آسمان سے اُتارا گیا ہے اور جس کی اتباع کے ہم مامور ہیں اسی طرح ہم نے اسے سنت رسول ؐ پر پیش کیا تو معلوم ہوا کہ نہ اسے حضور علیہ السلام نے خود کیا ہے اور نہ ہی یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ان بدعات اور محدثات سے ہے جو بعد میں جاری کی گئی ہیں اور انہیں دین کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ دراصل یہ یہود و نصاریٰ سے مشابہت ہے کہ وہ بھی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دن بڑے اہتمام سے مناتے ہیں۔ جس انسان کو تھوڑی سی بصیرت بھی ہے اور وہ تلاش حق میں شوق رکھتا ہے، اور عدل و انصاف کا چاہنے والا ہے، جانتا ہے کہ اس قسم کی محفل میلاد کا انعقاد دین سے نہیں بلکہ ان امور سے ہے جن کے ترک کرنے اور ان سے بچ کر رہنے کا ہمیں حکم ہوا ہے۔ میلاد منانے والوں کی اکثریت دیکھ کر عقل مند کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔ کیونکہ حق کثرت سے نہیں بلکہ شرعی دلیل سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے متعلق فرمایا ہے۔

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

"انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ یہ تو ان کے دل کی باتیں ہیں کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اس دعویٰ کو دلیل سے ثابت کرو۔"

دوسرے مقام پر فرمایا۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ۔

"اگر تو اکثریت کی بات مانے گا تو یہ تجھے ضرور اللہ کے راستہ سے روک دیں گے"۔

پھر اس قسم کی محفلیں بدعت ہونے کے ساتھ ساتھ منکرات و فواحش پر مشتمل ہوتی ہیں، مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط، گانے بجانے اور آلاتِ موسیقی کا استعمال، شراب اور دیگر منشیات کا استعمال اس پر مزید ہے۔ بسا اوقات تو شرک اکبر کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدح و تعریف میں غلو، اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا اور عقیدہ رکھنا کہ وہ غیب دان ہیں۔ اس قسم کے دیگر امورِ کفریہ ان محفلوں میں انجام دیئے جاتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے صراحتاً فرمایا ہے۔

ایاکم والغلو فی الدین فانما اهلك من کان قبلکم الغلو فی الدین۔

"دین میں غلو کرنے سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں"۔

دوسری حدیث میں ہے۔

لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبد الله ورسوله

"میری تعریف کے وقت حد سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا بنا دیا میں اس کا بندہ ہوں اس لئے اس کا بندہ اور رسول کہو"۔

یعنی مجھے اس قدر مت بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کو بڑھا دیا، میں تو صرف بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا جائے۔ اور پھر یہ عجیب بات ہے کہ اکثر لوگ اس قسم کی محفلوں میں حاضری کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایمان کی کمزوری اور خداداد بصیرت کی کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم عافیت چاہتے ہیں

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی محفلوں میں بنفسِ نفیس تشریف لاتے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے پہلے اپنی قبر مبارک سے نہیں نکلیں گے اور نہ ہی کسی سے ملاقات کا امکان ہے اور نہ ہی وہ ان اجتماعات میں حاضر ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ تو قیامت تک اپنی قبر میں تشریف فرما ہیں اور اُن کی روح پروردگارِ عالم کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ ثم انکم بعد ذٰلك لمیتون ثم انکم یوم القیٰمة تبعثون۔

"پھر تم یقیناً اس کے بعد مرنے والے ہو، پھر بیشک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے"۔

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

انا اول من ینشق عنه القبر یوم القیامة فانا اول شافع واول مشفع۔

"قیامت کے دن قبر سے میں سب سے پہلے اُٹھوں گا اور سب سے پہلے سفارش کروں گا اور

سب سے پہلے میری سفارش قبول ہو گی۔"

یہ آیت کریمہ اور یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور قیامت کے دن اپنی قبر سے نکلیں گے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو علمائے امت کے اجماع سے ثابت ہے کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ مسلمان کو چاہیئے کہ اس قسم کے امور میں چوکس رہے اور جاہلوں نے جو بدعات اور خرافات ایجاد کر رکھی ہیں، ان سے اجتناب کریں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا بہ۔

درود و سلام

باقی رہا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام کا مسئلہ، تو یہ نہایت ہی بابرکت عمل اور نیک کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ٥

"اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں بنا بریں ایمانداروں کو بس چاہیئے کہ اللہ کے رسول صلعم پر درود و سلام بکثرت پڑھا کریں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

من صلی علی واحدۃً صلی اللہ علیہ عشراً

"جو درود و سلام ہر وقت ہی مشروع ہے، ہر نماز کے بعد اس کی تاکید کی گئی ہے۔ آخری تشہد میں علماء کی اکثریت کے نزدیک واجب ہے اذان کے بعد اور جمعہ کے دن اور رات کو اور جب آپ کا نام لیا جائے اور اس قسم کے دیگر مواقع پر خصوصیت کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے اور طریقۂ نبوی صلعم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے اور بدعات و خرافات سے بچا رکھے۔

انہ جواد کریم وصلی اللہ علیہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ۔

صفحہ ۱۴ سے آگے

امام شافعی رح۔ امام مالک رح، امام احمد بن حنبل رح، امام بخاری رح امام مسلم رح امام ترمذی، امام نسائی رح امام ابو داؤد رح، ابن مالک رح، ثوری رح اور عنیبہ رح وغیرہ محدثین، فقہاء اور محققین صوفیائے کرام کا ہے مثلاً جنید رح، جیلانی رح، ابو نعیم، اور محقق اہل لغت جیسے خلیل بن احمد رح اور ثعدب رح وغیرہ کا ہے

آخر میں ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ہم اللہ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ اس رسالہ سے ہم کو اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچائے۔ وہ ہماری دعا کو سننے اور قبول کرنے